از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 24 نومبر 1955

شری ورندر کمار ستیہ واڑی

بنام

دی سٹیٹ آف پنجاب

[بی کے مکھرجیہ چیف جسٹس، وینکٹاراما آئیر اور جعفر امام جسٹس صاحبان]

عوامی نمائندگی ایکٹ، (XLIII، سال 1951)، دفعات 33، 36-فوجداری ضابطہ اخلاق (V، سال 1898)، دفعات (b)(1)195، 476، 476B-ریٹرننگ آفیسر--ایکٹ کی دفعات 33، 36 کے تحت کاغذات نامزدگی کی صداقت یا بصورت دیگر فیصلہ کرنا-آیا عدالت ضابطہ فوجداری کی دفعہ 195(1)(b)، 476اور 476-B کے معنی میں ہو۔

حکم ہوا کہ عوامی نمائندگی ایکٹ 1951 کی دفعہ 33 اور 36 کے تحت کام کرنے والا ریٹرننگ آفیسر اور کاغذات نامزدگی کی صداقت یا بصورت دیگر فیصلہ کرنا ضابطہ فوجداری کی دفعہ 195(1)(b)، 476اور 476-B کے معنی میں عدالت نہیں ہے۔

شیل کمپنی آف آسٹریلیا بنام فیڈرل کمشنر آف ٹیکسیشن ([1931] اے سی 275، 296 پر)، آر بنام لندن کاؤنٹی کونسل ([1931] 2 کے بی 215)، کوپر بنام ولسن ([1937] 2 کے بی 309)، ہڈارٹ پارکر اینڈ کمپنی بنام مور ہیڈ ([1908] 8 سی ایل آر 330)، رولا کمپنی بنام کامن ویلتھ ([1944] 69 سی ایل آر 185)، بھارت بینک لمیٹڈ بنام بھارت بینک لمیٹڈ کے ملازمین۔ ([1950] ایس سی آر 459)، مہر سنگھ بنام ایمپرر، (اے آئی آر 1933 لاہور 884)، ایمپرر بنام نانک چند (اے آئی آر 1943 لاہور 208)، ہر پرساد بنام ایمپرر، (اے آئی آر 1947 الہ آباد 139) اور چنّولال بنام ریکس ([1950] 51 سی آر۔ ایل جے 199)، حوالہ دیا گیا۔

اپیلیٹ فوجداری کا دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 62، سال 1954۔

فوجداری اپیل نمبر 355، سال 1952 میں سیشن جج کی عدالت، کرنال کے 7 جنوری 1953 کے فیصلے اور حکم سے پیدا ہونے والے فوجداری ترمیم نمبر 86، سال 1953 میں شملہ میں پنجاب عدالت عالیہ کے 10 جون 1953 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

اپیل کنندہ کے لیے این سی چٹرجی، (ویر سین ساہنی اور راجندر نارائن، ان کے ساتھ)۔

جواب دہندہ کی طرف سے گوپال سنگھ اور پی جی گوکھلے۔

24.1955 نومبر۔

عدالت کا فیصلہ وینکٹاراما آئیر جسٹس نے سنایا۔

اپیل کنندہ پچھلے عام انتخابات کے دوران کرنال مشخص حلقے سے لوک سبھا کے انتخاب کا امیدوار تھا۔ عوامی نمائندگی ایکٹ (XLIII، سال 1951) کی دفعہ 33(3) کے فقرہ، جو مادی نہیں ہے اسے خارج کرتے ہوئے، یہ نافذ کرتی ہے کہ "کسی ایسے حلقے میں جہاں کوئی نشست درج فہرست ذاتوں کے لیے مخصوص ہے، کوئی بھی امیدوار اس نشست کو پر کرنے کے لیے منتخب ہونے کا اہل نہیں سمجھا جائے گا جب تک کہ اس کے کاغذات نامزدگی کے ساتھ مقررہ طریقے سے تصدیق شدہ اعلامیہ نہ ہو کہ امیدوار درج فہرست ذاتوں کا رکن ہے جس کے لیے نشست اس طرح محفوظ کی گئی ہے اور اعلامیے میں اس مخصوص ذات کی وضاحت کی گئی ہے جس کا امیدوار رکن ہے اور وہ علاقہ بھی جس کے سلسلے میں ایسی ذات درج فہرست ذاتوں میں سے ایک ہے"۔ الیکشن قوائد کے قاعدہ 6 میں کہا گیا ہے کہ مذکورہ بالا فقرہ میں مذکور اعلامیے کی تصدیق امیدوار مجسٹریٹ کے سامنے حلف یا اقرارِ صالح تصدیق کرے گا۔ گوشوارہ II میں کاغذات نامزدگی کی وہ شکل ہوتی ہے جسے اس نے استعمال کیا تھا، ان شرائط کے ساتھ جس میں اعلان امیدوار کے ذریعے کیا جاتا ہے اور مجسٹریٹ کے ذریعے اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ 5-11-1951 پر اپیل کنندہ نے دو نامزدگی کاغذات پر دستخط کیے، جن میں سے ہر ایک میں درج ذیل اعلامیہ تھا:

"میں اس طرح اعلان کرتا ہوں کہ میں بالمیکی ذات کا رکن ہوں جسے ریاست پنجاب میں درج فہرست ذات قرار دیا گیا ہے۔"

بالمیکی ذات ان ذاتوں میں سے ایک ہے جسے "آئین (درج فہرست ذات) حکم، 1950" کے تحت درج فہرست ذات قرار دیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا اعلامیہ فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کرنال کے سامنے پختہ توثیق پر کیا گیا تھا، اور مذکورہ بالا اعلامیے کے ساتھ کاغذات نامزدگی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کرنال کے سامنے دائر کیے گئے تھے، جو ریٹرننگ آفیسر تھے۔ چمار ذات کے ایک رکن، جے رام سروپ، جو کہ درج فہرست ذاتوں میں سے ایک ہے، بھی اس نشست کے لیے امیدوار تھے، اور انہوں نے اعتراض اٹھایا کہ اپیل کنندہ ذات کے لحاظ سے بالمیکی نہیں تھا، اور اس لیے وہ مخصوص حلقے میں انتخاب میں کھڑے ہونے کے اہل نہیں تھا۔ مذکورہ اعلامیے پر عمل کرتے ہوئے، ریٹرننگ آفیسر نے اعتراض کو مسترد کر دیا، اور اپیل کنندہ کے کاغذات نامزدگی کو درست تسلیم کر لیا۔ رائے شماری میں، اپیل کنندہ کو ووٹوں کی اکثریت حاصل ہوئی، اور 6-3-1952 پر اسے باضابطہ طور پر منتخب قرار دیا گیا۔

27-8-1952 پر جے رام سروپ نے درخواست دائر کی جس میں سے موجودہ اپیل ضلع مجسٹریٹ کے سامنے مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 476 اور 195 کے تحت اٹھتی ہے، جو ریٹرننگ آفیسر کے طور پر کام کرتے تھے۔ اس میں انہوں نے الزام لگایا کہ اپیل کنندہ کی طرف سے یہ اعلان کہ اس کا تعلق بالمیکی ذات سے ہے، غلط ہے، کہ درحقیقت وہ مسلمان پیدا ہوا تھا اور ہندو مذہب میں تبدیل ہوا تھا، اور اس لیے "انصاف کے مفاد میں" اور "درج فہرست ذاتوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے"، اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جانی چاہیے۔ اپنے جوابی حلف نامے میں اپیل کنندہ نے کہا:

"میں پیدائشی طور پر مسلمان نہیں ہوں۔ دوسری طرف، میں بالمیکی ہندو خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ میں ہندو ہوں۔"

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ایک تفتیش کی جس میں دہلی کے افسردہ طبقات کے صدر پرتھ سنگھ آزاد نے اس بات کا ثبوت دیا کہ اپیل کنندہ خالق صادق کے نام سے مسلمان تھا، کہ اس نے 1938 میں سدھی سبھا میں ہندو مذہب میں تبدیل ہونے کے لیے درخواست دی تھی، کہ وہ اتنا تبدیل ہو گیا تھا، اور اس کے بعد وہ ورندر کمار کے نام سے جانا جانے لگا۔ جرح میں، اس نے کہا کہ اپیل کنندہ نے اس کے سامنے اعتراف کیا تھا کہ وہ پیدائشی طور پر مسلمان تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ تبدیلِ مذہب کے وقت ان کی دو مسلمان بیویاں زندہ تھیں۔ درخواست گزار، جے رام سروپ نے دس خطوط بھی پیش کیے جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ مذکورہ بالا حقائق کے ثبوت کے طور پر اپیل کنندہ کی تحریر میں ہیں۔ 17-9-1952 پر مجسٹریٹ نے ایک حکم جاری کیا کہ کارروائی کرنے کے لیے پہلی نظر میں مقدمہ ہے، اور 29-9-1952 پر اس نے فرسٹ کلاس مجسٹریٹ، کرنال کے سامنے شکایت درج کی، جس میں اپیل کنندہ پر مجموعہ تعزیرات ہند 181، 182 اور 193 کے تحت جرائم کا الزام لگایا گیا۔

اس حکم کے خلاف، اپیل کنندہ نے سیشن جج کرنال عدالت میں اپیل کو ترجیح دی، جس نے اسے اس بنیاد پر مسترد کر دیا کہ ریٹرننگ آفیسر عدالت نہیں ہے، کہ اس کے سامنے کی کارروائی دفعہ 476 کے تحت نہیں آتی ہے، اور اس لیے دفعہ 476-B کے تحت کوئی اپیل نہیں ہے۔ اپیل کنندہ نے اس معاملے کو عدالت عالیہ، پنجاب کے سامنے نظر ثانی میں لیا، اور اس کی سماعت جے ہرنم سنگھ نے کی، جس نے سیشن جج سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ ریٹرننگ آفیسر ایک عدالت ہے، اور اس لیے اس کا حکم اپیل کے قابل ہے۔ تاہم، انہوں نے مؤقف اختیار کیا کہ خوبیوں کی بنیاد پر مداخلت کا کوئی معاملہ نہیں ہے، اور اسی کے مطابق نظر ثانی کو مسترد کر دیا۔ یہ اس حکم کے خلاف ہے کہ خصوصی اجازت کے ذریعے موجودہ اپیل کی ہدایت کی گئی ہے۔

اپیل کنندہ کی جانب سے جناب این سی چٹرجی کا استدلال ہے کہ ریٹرننگ آفیسر کے حکم کو اپیل کے قابل قرار دینے کے بعد، فاضل جج کو قابلیت کی بنیاد پر سیشن جج کے ذریعے سماعت کے لیے مقدمے کو واپس کرنا چاہیے تھا، اور یہ کہ اس کا اپنا معاملہ نمٹانا خلاصہ اور غیر فعال تھا۔ مدعا علیہ کی طرف سے جناب گوپال سنگھ دلیل یہ ہے کہ سیشن جج کا یہ نظریہ کہ ریٹرننگ آفیسر عدالت نہیں تھا

اور اس لیے اس کا حکم اپیل کے قابل نہیں تھا، درست تھا، اور یہ کہ مزید غور میں عدالت عالیہ کا قابلیت پر مداخلت کرنے سے انکار کرنے کا حکم اس عدالت میں خصوصی اپیل میں سوال کیے جانے کا ذمہ دار نہیں تھا۔

ہمارے فیصلے کے لیے جو پہلا سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا ریٹرننگ آفیسر کے طور پر 17-9-1952 پر منظور کیا گیا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا حکم اپیل کے لیے کھلا ہے۔ اس نکتے پر مبنی قانونی توصیعات ضابطہ فوجداری کی دفعات 195، 476 اور 476-B ہیں۔ دفعہ 195(1)(a) میں کہا گیا ہے کہ کوئی بھی عدالت مجموعہ تعزیرات ہند 172 سے 188 کے تحت قابل سزا کسی جرم کا نوٹس نہیں لے گی سوائے اس کے کہ متعلقہ سرکاری افسر یا اس کے اعلی افسر کی تحریری شکایت پر۔ دفعہ 195(1)(b) نافذ کرتی ہے کہ کوئی بھی عدالت اس میں مذکور جرائم کا نوٹس نہیں لے گی، جہاں اس طرح کا جرم کسی عدالت میں کسی کارروائی میں یا اس کے سلسلے میں کیا گیا ہے، سوائے اس کے کہ ایسی عدالت یا عدالت کی تحریری شکایت پر جس سے وہ ماتحت ہے۔ دفعہ 193 کے تحت جرم دفعہ 195(1)(b) میں مذکور جرائم میں سے ایک ہے۔ دفعہ 476 اس طریقہ کار کو تجویز کرتا ہے جس پر عمل کیا جائے جہاں عدالت کو شکایت درج کرنے کے لیے منتقل کیا جاتا ہے، اور یہ صرف دفعہ 195(1)(b) اور 195(1)(c) میں مذکور جرائم پر لاگو ہوتا ہے نہ کہ دفعہ 195(1)(a) میں مذکور جرائم پر۔ دفعہ 476-B دفعہ 476 کے تحت منظور کردہ حکم سے مناسب عدالت میں اپیل کا التزام کرتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر شکایت کا تعلق دفعہ 195(1)(b) اور 195(1)(c) میں مذکور جرائم سے ہے، تو اپیل مجاز ہوگی، لیکن اگر اس کا تعلق دفعہ 195(1)(a) میں مذکور جرائم سے نہیں ہے۔ اب مجسٹریٹ کے مورخہ 17-9-1952 کے حکم میں ہدایت دی گئی ہے کہ اپیل کنندہ پر دفعہ 181، 182 اور 193 کے تحت جرائم کے لیے مقدمہ چلایا جائے۔ اس بات پر کوئی تنازعہ نہیں ہے کہ جہاں تک دفعہ 181 اور 182 کے تحت جرائم سے متعلق حکم اپیل کے قابل نہیں ہے، کیونکہ وہ براہ راست دفعہ 195(1)(a) کے تحت آتے ہیں۔ تنازعہ صرف دفعہ 193 کے تحت الزام کے حوالے سے ہے۔ دفعہ 193 جھوٹے ثبوت دینا جرم بناتی ہے چاہے وہ عدالتی کارروائی میں ہو یا نہ ہو، اور اسی طرح عدالتی کارروائی میں یا کہیں اور استعمال کے لیے جھوٹے ثبوت بنانا بھی جرم

بناتی ہے۔ اگر عدالتی کارروائی میں جرم کا ارتکاب نہیں کیا جاتا ہے، تو یہ دفعہ 195(1)(b) سے باہر آئے گا، جو صرف اس صورت میں لاگو ہوتا ہے جب یہ عدالت میں کسی کارروائی میں یا اس کے سلسلے میں کیا جاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں دفعہ 195(1)(b) میں موجود پابندیوں سے متاثر نہ ہو کر اس کے سلسلے میں شکایت کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ لیکن اگر دفعہ 193 کے تحت جرم عدالت میں کسی کارروائی میں یا اس کے سلسلے میں کیا گیا ہے، تو یہ دفعہ 195(1)(b) کے تحت آئے گا، اور دفعہ 476 کے تحت استغاثہ کی ہدایت دینے والا حکم دفعہ 476-B کے تحت اپیل کے قابل ہو گا۔ لہذا فیصلہ کرنے کا نقطہ یہ ہے کہ آیا ایکٹ کی دفعہ 36 کے تحت نامزدگی کے کاغذات کی صداقت پر فیصلہ کرنے میں ریٹرننگ آفیسر کو عدالت طور پر کام کرنے کے لیے منعقد کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح اٹھایا گیا سوال اتھارٹی کے زیر احاطہ نہیں لگتا ہے، اور اس کا فیصلہ ریٹرننگ آفیسر کے افعال کے حقیقی کردار اور اس کے اختیارات کی نوعیت اور حد پر کیا جانا چاہیے۔

"ریٹرننگ آفیسر کے دفتر کے عین مطابق کردار کے بارے میں بہت اختلاف رہا ہے، یعنی، اس بارے میں کہ آیا وہ عدالتی یا وزارتی افسر ہے، "پارکر الیکشن ایجنٹ اور ریٹرننگ آفیسر، پانچویں ایڈیشن، صفحہ 30 پر کہتے ہیں۔ ان کے مطابق، حقیقی نظریہ یہ ہے کہ وہ دونوں کرداروں میں حصہ لیتے ہیں، اور یہ کہ کاغذات نامزدگی پر اعتراضات کا تعین کرنے میں، وہ ایک عدالتی افسر ہیں۔ بھارتیہ فیصلوں میں بھی یہی نظریہ اختیار کیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم یہ فرض کر سکیں کہ ریٹرننگ آفیسر کے سامنے کارروائی جس کے نتیجے میں کاغذات نامزدگی کی قبولیت یا مسترد ہونا مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 195(1)(b) کے تحت آتا ہے، یہ نہ صرف یہ ظاہر کیا جانا چاہیے کہ وہ عدالتی نوعیت کے ہیں بلکہ یہ کہ وہ اس سلسلے میں عدالت طور پر کام کر رہا ہے۔ اداروں اور ٹریبونلوں کو قائم کرنا، اور انہیں عدالتی نوعیت کا کام سونپنا جدید قانون سازیہ کی ایک واقف خصوصیت ہے، لیکن وہ اس اصطلاح کے قبول شدہ معنوں میں عدالتیں نہیں ہیں، اگرچہ ان کے پاس ہو سکتا ہے، جیسا کہ لارڈ سانکی، فاضل وکیل نے آسٹریلیا کی شیل کمپنی بمقابلہ فیڈرل کمشنر آف ٹیکسیشن (1) میں مشاہدہ کیا ہے، جو عدالت کے کچھ الزامات ہیں۔ نیم عدالتی افعال انجام دینے والی عدالتیں اور ٹریبونلوں کے درمیان فرق اچھی طرح سے قائم ہے، حالانکہ آیا کسی خاص قانون سازی

کے ذریعے تشکیل شدہ اتھارٹی ایک زمرے میں آتی ہے یا دوسری، اس قانون سازی کی توضیعات پر، بحث کے لیے کھلی ہو سکتی ہے۔

انگلینڈ اور آسٹریلیا عدالتوں میں کافی بحث ہوئی ہے کہ عدالت کی بنیادی خصوصیات کیا ہیں جو نیم عدالتی افعال انجام دینے والے ٹریبونل سے ممتاز ہیں۔ آسٹریلیا کی شیل کمپنی بنام فیڈرل کمشنر آف ٹیکسیشن (1)، آر بنام لندن کاؤنٹی کونسل (2)، کوپر بنام ولسن (3)، ہڈارٹ پارکر اینڈ کمپنی بنام مور ہیڈ (4)، اور رولا کمپنی بنام کامن ویلتھ (5)۔ اس عدالت میں، اس سوال پر بھارت بینک لمیٹڈ بنام بھارت بینک لمیٹڈ کے ملازمین () میں کچھ حد تک غور کیا گیا تھا۔ ایک بار پھر اسی بنیاد سے گزرنا غیر ضروری ہے۔ یہ وسیع پیمانے پر کہا جا سکتا ہے کہ جو چیز عدالت کو نیم عدالتی ٹریبونل سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس پر عدالتی انداز میں تنازعات کا فیصلہ کرنے اور حتمی فیصلے میں فریقین کے حقوق کا اعلان کرنے کا فرض عائد کیا جاتا ہے۔ عدالتی انداز میں فیصلہ کرنے میں یہ شامل ہے کہ فریقین اپنے دعوے کی حمایت میں سماعت کے حق کے معاملے کے طور پر اور اس کے ثبوت میں ثبوت پیش کرنے کے حقدار ہیں۔ اور یہ اتھارٹی کی طرف سے ایک ذمہ داری بھی عائد کرتا ہے کہ وہ پیش کردہ شواہد پر غور کرنے اور قانون کے مطابق معاملے کا فیصلہ کرے۔ لہذا جب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا کسی ایکٹ کے ذریعے تشکیل دی گئی اتھارٹی ایک ایسی عدالت ہے جو نیم عدالتی ٹریبونل سے ممتاز ہے، تو جس چیز کا فیصلہ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ آیا ایکٹ کی توضیعات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میں عدالت کی تمام خصوصیات موجود ہیں یا نہیں۔

اب ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آیا مذکورہ بالا اصولوں اور ایکٹ کے تحت ریٹرننگ آفیسر کو تفویض کردہ افعال اور اختیارات کے پیش نظر، وہ عدالت ہے یا نہیں۔ اس معاملے سے متعلق قانونی شق دفعہ 36 ہے۔ دفعہ 36(2) کے تحت ریٹرننگ افسر کو کاغذات نامزدگی کی جانچ پڑتال کرنی ہوتی ہے اور ان تمام اعتراضات کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے جو اس پر کیے جا سکتے ہیں۔ یہ اختیار بلاشبہ عدالتی نوعیت کا ہے۔ لیکن اس اختیار کو استعمال کرتے ہوئے، وہ "اس طرح کی مختصر تفتیش کے بعد، اگر کوئی ہو، جو وہ ضروری سمجھتا ہے" کسی فیصلے پر آنے کا مجاز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فریقین کو ثبوت پیش کرنے پر اصرار کرنے کا کوئی حق نہیں ہے جسے وہ اپنے مقدمے کی حمایت میں پیش کرنا

چاہئیں۔ دفعہ 36 کے تحت گواہوں کو طلب کرنے، یا تفتیش میں دستاویزات کو زبردستی پیش کرنے کے لیے کوئی مشینری فراہم نہیں کی گئی ہے۔ ریٹرننگ آفیسر اس معاملے میں از خود کارروائی کرنے کا حقدار ہے۔ جب کوئی اس طریقہ کار کا موازنہ ایکٹ کی دفعہ 90 اور 92 کے تحت الیکشن ٹریبونل کی طرف سے انتخابی درخواستوں کی سماعت کے لیے مقرر کردہ طریقہ کار سے کرتا ہے، تو دونوں کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے۔ اگرچہ الیکشن ٹریبونل کے سامنے تمام ضروری معاملات میں سول عدالتوں میں کارروائی کا تخمینہ لگایا جاتا ہے، لیکن دفعہ 36 کے تحت کارروائی ایک مختلف تصویر پیش کرتی ہے۔ ایسی کوئی فہرست نہیں ہے، جس میں مخالف دعووں والے افراد اپنے حقوق کا عدالتی انداز میں فیصلہ کرنے کے حقدار ہیں، لیکن اس طرح کی تحقیقات عام طور پر ایک ایڈہاک ٹریبونل کے ذریعے کی جاتی ہے جسے نیم عدالتی اختیار سونپا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں، دفعہ 36 کے تحت کام کرنے والے ریٹرننگ آفیسر کا کام عدالتی نوعیت کا ہے، لیکن اسے اسے انجام دینے میں عدالتی طور پر کام نہیں کرنا ہے۔ ہماری رائے ہے کہ ریٹرننگ آفیسر جو کاغذات نامزدگی کے جواز پر فیصلہ کرتا ہے وہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 195(1)(b) کے مقصد کے لیے عدالت نہیں ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جہاں تک دفعہ 193 کے تحت الزام کا تعلق ہے، مجسٹریٹ کا حکم اپیل کے قابل نہیں تھا، کیونکہ جرم عدالت میں کسی کارروائی میں یا اس کے سلسلے میں نہیں کیا گیا تھا۔ اس نظریے میں، فاضل سیشن جج نے اپیل کو نااہل قرار دیتے ہوئے مسترد کرنا درست تھا، اور جناب این سی چٹرجی کی طرف سے یہ سوال اٹھایا گیا کہ عدالت عالیہ کے فاضل جج کو میرٹ پر سیشن جج کے ذریعے سماعت کے لیے مقدمے کو واپس کرنا چاہیے تھا، پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے بعد اپیل گزار کی طرف سے یہ دلیل دی گئی کہ چونکہ دفعہ 193 کے تحت مقدمہ شروع کرنے کی درخواست دفعہ 476 کے تحت اس مفروضے پر کی گئی تھی کہ ریٹرننگ آفیسر ایک عدالت ہے، اس پر منظور کردہ حکم کو، اس خیال میں کہ وہ عدالت نہیں ہے، کالعدم قرار دیا جانا چاہیے کیونکہ اس کا دائرہ اختیار نہیں ہے۔ لیکن پھر، یہ نوٹ کیا جانا چاہیے کہ درخواست دفعہ 195 کے تحت بھی پیش کی گئی تھی، اور دفعہ 181 اور 182 کے تحت جرائم کے حوالے سے دفعہ 195(1)(a) کے تحت ریٹرننگ آفیسر کو منتقل کرنا ضروری تھا، اور حکم کو دائرہ اختیار کے بغیر منسوخ

کرنے کا کوئی سوال نہیں ہو سکتا تھا۔ یہاں تک کہ جہاں تک دفعہ 193 کا تعلق ہے، حیثیت یہ ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ دفعہ 476 کو شکایت کرنے کے لیے عدالت تمام اختیارات سے مکمل سمجھا جانا چاہیے، اور یہ کہ اس دفعہ کے علاوہ اس کی طرف سے دائر شکایت پر غور نہیں کیا جانا چاہیے۔ لیکن اس بات کا وافر اختیار موجود ہے کہ دفعہ 476 عدالت کی صدارت کرنے والے افسر کو خود شکایت کو ترجیح دینے سے نہیں روکتا ہے، اور یہ کہ جس مجسٹریٹ کے سامنے شکایت رکھی گئی ہے اس کا دائرہ اختیار کسی دوسری شکایت کی طرح اس پر مقدمہ چلانے کے لیے اس دفعہ کے ذریعے نہیں لیا جاتا ہے۔ دیکھیں، مہر سنگھ بنام ایمپررر ()، ایمپررر بنام نانک چند ([2])، ہر پرساد بنام ایمپررر ([3]) اور چنّو لال بنام ریکس ([4])۔ اس طرح ریٹرننگ افسر کے لیے دفعہ 181 اور 182 کے تحت شکایت درج کرنے میں کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہے جیسا کہ دفعہ 195(1)(a) میں فراہم کی گئی ہے اور اس میں ملزم پر دفعہ 193 کے تحت بھی جرم کا الزام لگایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ درخواست گزار نے خود مجسٹریٹ کے سامنے یہ اعتراض اٹھایا تھا کہ ریٹرننگ افسر وہ عدالت نہیں ہے اور دفعہ 476 کے تحت کارروائی نااہل ہے، اور اسے اس بنیاد پر مسترد کر دیا گیا تھا کہ یہ ایک قابل عمل دفعہ ہے۔ عدالتوں کے لیے اس بات کی کوئی بنیاد نہیں ہے کہ 17-9-1952 کا حکم دائرہ اختیار سے باہر تھا۔

آخر کار یہ دعوی کیا گیا کہ مجسٹریٹ یہ کہتے ہوئے غلط فہمی میں تھا کہ اپیل کنندہ نے اعلان کیا تھا کہ وہ پیدائشی طور پر بالمیکی ہے، جبکہ حقیقت میں، اس نے صرف یہ اعلان کیا کہ وہ ذات کے لحاظ سے بالمیکی ہے۔ لیکن یہ خود اپیل کنندہ ہی تھا جس نے اپنے جوابی حلف نامے میں استدعا کی کہ وہ پیدائشی طور پر مسلمان نہیں تھا، اور بالمیکی ہندو خاندان میں پیدا ہوا تھا، اور مجسٹریٹ کے مشاہدے میں واضح طور پر اس بات کا حوالہ ہے جو اپیل کنندہ کی طرف سے استدعا اور دلیل دی گئی تھی۔ اور یہ بھی نوٹ کیا جانا چاہیے کہ مندرجہ بالا تبصرے کے حوالے سے سیشن عدالت میں اپیل کی بنیاد پر یا عدالت عالیہ میں نظر ثانی میں کوئی اعتراض نہیں لیا گیا تھا۔ مزید بر آں، شکایت میں جو الزام لگایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کاغذات نامزدگی میں اپیل کنندہ کا یہ اعلان کہ وہ "بالمیکی ذات کا رکن تھا" غلط تھا۔ اس کے مطابق اس دلیل میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔

اس بات پر زور دیا جانا چاہیے کہ اس خیال میں کہ مجسٹریٹ کا مورخہ 17-9-1952 کا حکم حتمی تھا، اس اپیل کو واقعی اس حکم کے خلاف ہدایت دی گئی ہے، اس سے پہلے کہ ہم خصوصی اپیل میں اس میں مداخلت کر سکیں، غیر معمولی بنیاد ہونی چاہیے، اور ایسا کوئی بھی ثابت نہیں ہوا ہے۔ دوسری طرف، آیا دفعہ 195 کے تحت کارروائی کی جانی چاہیے، یہ بنیادی طور پر عدالت کا معاملہ ہے جو درخواست کی سماعت کرتی ہے، اور اس کی صوابدید اپیل میں ہلکی مداخلت نہیں ہے، چاہے وہ مجاز ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جہاں، جیسا کہ یہاں، قانون سازیہ اپیل کی فراہمی نہیں کرتا ہے، اپیل کنندہ کی طرف سے اس عدالت کو خصوصی اپیل میں مداخلت کے لیے مدعو کرنا احمقانہ ہے۔

اس کے مطابق یہ اپیل مسترد کر دی جاتی ہے۔